نیو ورلڈ آرڈر اور مسلم دنیا

دفاعی اور اقتصادی برتری کے نشے میں مخمور امریکی انتظامیہ پوری دنیا پر اپنے کنٹرول کے خوابناک تصور میں مبتلا ہو گئی اور امریکی صدر جارج بش کے ذہنی اختراع نے اسے نیو ورلڈ آرڈر کا نام دیا، جس میں امریکی تھانیداری کا مکمل پلان تیار کیا گیا۔ کوئی قوم جب دوسری قوم پر فتح حاصل کرتی ہے تو مفتوح قوم کو ایک نئے نظام کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو دراصل فاتح قوم کی شرائط ہوتی ہیں جو شکست خوردہ قوم پر مسلط کی جاتی ہیں، اسی طرح 1991ء میں روس کی ٹوٹ پھوٹ اور کمیونزم کی ناکامی کے بعد امریکہ دنیا میں واحد سپر پاور ہونے کے زعم میں مبتلا ہو گیا۔ دنیا کے دیگر ممالک کے معاملات درست کرنے اور ہر ملک کے اندرونی معاملے میں مداخلت کرنا بڑی طاقت ہونے کے ناطے اس نے اپنا فرض بنالیا۔

نیو ورلڈ آرڈر حقیقت میں دنیا کو زیرِ تسلط کرنے کا ایک منصوبہ تھا، جس پر ابھی تو بڑے زور سے عمل کیا جارہا ہے، لیکن عراق اور افغانستان میں امریکہ کو جتنی مار پڑ رہی ہے اس سے اندازہ ہو رہا ہے کہ شائد امریکہ نیو ورلڈ آرڈر پر اس طریقے سے عمل نہ کروا سکے، بلکہ اب شائد نہ ہی کروا سکے کیونکہ مجاہدین بڑے زور میں آگئے ہیں اور امریکی فوج بڑی بُری طرح سے پٹ رہی ہے۔ دوسری طرف امریکہ میں 12 سال بعد ڈیموکریٹک آگئے ہیں اور ان کی پالیسیاں کانگریس سے کافی حد تک کافی مختلف ہیں۔ اس وجہ سے بھی تبدیلی کے امکان ہیں۔

6 مارچ 1991ء کو وائس آف امریکہ نے قومی سلامتی کونسل کی اس رپورٹ کا خاکہ شائع کر دیا جس کا نام نیو ورلڈ آرڈر رکھا گیا ہے۔ اس نظام میں پوری دنیا کے بارے میں سٹریٹجی بنائی گئی تھی تاکہ پوری دنیا میں امریکہ کا کنٹرول ہو سکے۔ اس آرڈر کو اگر غور سے نہ بھی دیکھا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں نظر آتی ہے کہ یہ خاص طور پر مسلمانوں اور مسلمان ملکوں کے لیے بنایا گیا ہے۔

"The concept of the New World Order was the product of the new realities that were springing after the defeat of USSR at the hands of Afghan Mujahideen in 1988, Soviet with drawal from Kabul in 1989, fall of communism in USSR and Eastern Europe, re-unification of East and West Germany and the disintegration of Souiet Union. The sudden and unexpected fall of USSr came as a blessing in disguise of the western capitalist countries and US became the only

superpower of the world. US grabbed the opportunity with both hands and decided to restructure the interactional order according the her political and economic requirements. For this purpose US planned to use United Nations as an instrument to achieve her goals.''

(*Current Affairs by Ehsan Ullah Saqib, Page:283*)

نیو ورلڈ آرڈر کی اصل حقیقت 1991ء میں امریکی سلامتی کونسل نے امریکی ترجیحات کی جو رپورٹ پیش کی، اس کے مطابق نیو ورلڈ آرڈر کے جو خدوخال واضح ہوتے ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) علاقے کی سلامتی میں حصہ لینے والے ممالک کی تعداد و کیفیت دونوں لحاظ سے دائرہ وسیع کیا جائے نیز دوسرے ممالک مثلاً فرانس، برطانیہ، اٹلی اور روس بھی اس میں شریک ہوں۔

(2) غیر عرب ممالک مثلاً ایران اور ترکی بھی شریک ہوں اور ان عرب ممالک سے مل کر کام کریں، جو عراق کے خلاف کارروائی میں امریکہ کے اتحادی رہے ہیں، مثلاً خلیجی ممالک اور مصر، شام اور مراکش۔

(3) ایک فوجی طاقت کو ہٹا کر دوسری طاقت کو بروئے کار نہ لایا جائے جیسا کہ ایران کے مقابلے میں عراق کو لانے کا حشر ہوا بلکہ اس طرح محدود عسکری توازن قائم کیا جائے کہ کسی عرب ملک یا ترکی، ایران وغیرہ کو یہ موقع نہ ملے کہ وہ امن کے لیے چیلنج بن جائے یا امریکی مفادات کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے۔

(4) خلیجی ممالک میں عسکری دفاعی طاقت کا معیار اونچا کرنے کے لیے لازمی بھرتی کا طریقہ جاری کیا جائے تا کہ یہ ممالک اپنے دفاع کے قابل ہو سکیں، نیز یہ خیال رکھا جائے کہ خلیجی ممالک کے پڑوسیوں کا معیار اتنا نہ ہونے دیا جائے کہ وہ ان پر حملہ کر سکیں۔

(5) عرب ممالک اور مسلم ممالک (پاکستان، انڈونیشیا، نائیجیریا) کے ساتھ غیر روایتی اسلحہ کی فروخت کی پالیسی نہ اختیار کی جائے تا کہ اس طرح کے اثرات برآمد نہ ہوں جو عراق اور خلیجی ممالک کے بحران میں ہوئے۔

(6) اگر علاقے میں ممالک کے ہاتھ روایتی اسلحہ فروخت کرنا ضروری ہو تو یہ بات پیش نظر رہے کہ وہ اتنی مقدار نہ ہو کہ قومی امن کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ اسلحہ بیچنے کے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں:

(i) کم حرکتی اسلحہ ہو۔

(ii) پارٹس نامکمل ہوں۔

(iii) مغربی عسکری (پانچ ممالک) کے ماہرین کی نگرانی میں ہو۔

(iv) اسلحہ کی بعض قسمیں بیچی نہ جائیں بلکہ کرائے پر دی جائیں۔

(7) اتحادی فوجوں کی قائم مقام فوج بنائی جائے جو علاقے میں امن نگرانی کرے، اس قائم مقام فوج میں مصر، شام اور غیر عرب ممالک جیسے ایران، ترکی، ایتھوپیا وغیرہ کسی حد تک شامل ہو۔

(8) صدام حسین نے خلیج کی دولت کی تقسیم کے مسئلے کو اٹھایا ہے، عرب ممالک کے اندر یہ نعرہ مقبول ہوا ہے۔ لہٰذا ایک تعمیراتی بنک قائم کیا جائے جس میں خلیجی ممالک اور مغربی ممالک (امریکہ، برطانیہ، فرانس) شریک ہوں، جو اس کی بنیادی پالیسی ہیں، اس بنک کی یہ ذمہ داریاں ہوں:

(i) امن فورسز کی نگرانی۔

(ii) ان ممالک کے اندر تعمیراتی منصوبے کھولے جائیں جو اتحادی فوجوں کے ساتھ شریک رہے ہوں مثلاً شام، مصر یا وہ ممالک جو امن فورسز کا زیادہ تر بوجھ اٹھائیں گے۔

(iii) بعض دیگر ممالک مثلاً یمن، تیونس، سوڈان کو جو امداد دی جائے وہ ان کی نچلی تعمیر کے لیے نہ ہو بلکہ اس سے ان کے سیاسی فیصلوں پر اثر انداز ہوا جا سکے۔

(iv) یہ ایسے طریقے سے دی جائے کہ پروپیگنڈے کا ایک طوفان کھڑا ہو اور یہ دولت عوام تک پہنچے یا کم از کم تقسیم دولت کا نظریہ ختم کیا جا سکے۔

(9) عرب ممالک کے اندر نظام ہائے حکومت تبدیل کیے جائیں مثلاً خلیجی ممالک میں پرانے طریقوں سے حکومتیں قائم ہیں۔ یہ درست ہے کہ اس طرح کے نظام حکومت کا قائم رہنا امریکی مفاد میں ہے، مگر جمہوری حکمرانی کے لیے یہ بھی ضروری ہے۔ نئے نظام میں حکومت ان لوگوں کے ہاتھ میں ہونی چاہیے جو مغرب سے پڑھ کر آئے ہوں اور اپنے علاقے کی قیادت کے لیے امریکہ اور یورپ کے تجربات پر غور کر سکتے ہیں۔ یہ کام ان کے علاقے میں عوامی شعور بھڑکائے بغیر کیا جائے۔ دوسرے ممالک میں شام کے نظام حکومت کو مدد دینی چاہئیں۔ شام کو اتنی رعایات دینی چاہیے کہ اس علاقے کا مرد آہن بن جائے، بہرحال اس نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بڑا مضبوط حریف ہے۔ اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ مصر میں نیا چہرہ لانا ضروری ہے اور مسلم بنیاد پرستوں (اخوان) کو جمہوریت کی آڑ میں ختم کیا جائے۔ مسئلہ فلسطین پر ایک الگ مفصل رپورٹ پیش کرتے ہوئے عوام میں بڑھتے ہوئے اسلامی شعور کے حوالے سے مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کیے جائیں:

(i) فلسطین کی تحریک انتفاضہ کو میڈیا میں جگہ نہ دی جائے۔

(ii) مسلم عوام کو ایسے مسائل میں مشغول کر دیا جائے جو ان کی طاقت کو ختم کرتے ہیں مثلاً عورت کے مسئلے پر محمد الغزالی جیسے لوگ نئی نئی بحثیں چھیڑیں۔

(10) پٹرول کی دولت کے حامل ملکوں کے اسلامی عناصر کے ساتھ مندرجہ ذیل معاملہ اختیار کیا جائے:

(i) نظام حکومت کی تبدیلی کے ساتھ بعض شرعی قوانین بھی ختم کر دیے جائیں۔

(ii) اسلام کے نمائندوں (مشائخ) کو ذرائع ابلاغ میں جگہ نہ دی جائے جس سے وہ عوام کے اندر اپنا اثر پیدا نہ کریں۔

(iii) حکومت کے حساس مناصب تک اسلامی عناصر کو پہنچنے نہ دیا جائے۔

(iv) اسلام پسندوں کو تعلیمی اور ابلاغی وسائل تک رسائی نہ ہونی چاہیے۔

(v) اسلام پسندوں کو رفاہی اور اصلاحی اداروں میں کام نہ کرنے دیا جائے۔ یہ ادارے اسلام پسندوں کو اپنے اندر لے لیتے ہیں اور پھر دوسرے ملکوں میں جا کر اسلامی سرگرمیوں میں اضافہ کرتے ہیں۔

(vi) اس بات پر زور دیا جائے کہ خلیج میں عرب اور مسلمان مزدور نہ ہوں۔ مزدور صرف فلپائن، سری لنکا، بھارت اور تھائی لینڈ سے لیے جائیں جو کہ معاشرے کو کھوکھلا کرنے میں مدد دیں گے، اگر مزدور لینا بھی ہوں تو ہر حال میں پاکستان، ایران اور بنگلہ دیش کے نہ ہوں، دوسرے غیر اسلامی ممالک دیکھ لیے جائیں۔

(vii) ٹی وی اور ریڈیو کا دائرہ تمام علاقے پر محیط کر دیا جائے، نیز علاقے کے نظامِ تعلیم کے اندر ثقافتی ابلاغی